سوال

(61) اسلامی ملک میں سیاسی پارٹی

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا کسی اسلامی ملک میں اس بات کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ مختلف سیاسی پارٹیوں کا وجود ہو؟ بعض علمائے دین اس بات کے خلاف ہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ اسلام اتحاد واتفاق کی تعلیم دیتا ہے اور فرقہ بندی سے روکتا ہے۔ متعدد سیاسی پارٹیوں کی تشکیل فرقہ بندی اور انتشار وتفرقہ کی طرف لے جاتا ہے۔ کیا ان علمائے کرام کا موقف درست ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

میں اپنی اس رائے کا متعدد بار اظہار کرچکا ہوں کہ اسلامی ملک کے اندر مختلف سیاسی پارٹیوں کی تشکیل میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے۔ کیونکہ اس ممانعت کےلیے کوئی شرعی دلیل قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔ اور بغیر کسی واضح دلیل کے کسی جائز چیز کو ناجائز قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ دور حاضر میں سیاسی پارٹیوں کی تشکیل نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ وقت کی شدید ضرورت ہے تاکہ ملک کے اندر کسی ایک ہی پارٹی کی اجارہ داری نہ ہو کہ وہ تمام معاملات میں اپنی من مانی کرتی پھرے اور کوئی اپوزیشن پارٹی نہ ہو جو اس کے نامناسب اقدامات پر اس کی گرفت کرسکے۔ آج ہم اپنی کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہیں کہ بعض غیر جمہوری ملکوں میں کسی ایک ہی پارٹی کے سیاسی استبداد کی وجہ سے معارضین پر کس قدر ظلم ہورہا ہے۔ تاہم سیاسی پارٹیوں کی تشکیل کی اجازت دو شرطوں کے ساتھ دی جاسکتی ہے۔

پہلی شرط یہ کہ تشکیل پانے والی پارٹی اسلام کو باحیثیت عقیدہ اور اسلامی شریعت کو باحیثیت قانون تسلیم کرتی ہو اور اسلام کے ساتھ اس کا رویہ معاندانہ نہ ہو۔ اجتہادی مسائل میں اگر اس کے نظریات دوسری اسلامی پارٹیوں سے مختلف ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ یہ پارٹی اسلام کے دشمنوں کے مفاد کےلیے کام نہ کرے۔

اسلامی ملک کے اندر اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ کسی ایک سیاسی پارٹی کی تشکیل ہو جو سرے سے اسلامی عقیدہ وشریعت ہی کو نہ تسلیم کرتی ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح احکام وتعلیمات کا مذاق اڑاتی ہو اور کفر والحاد کی دعوت دیتی ہو۔

متعدد سیاسی پارٹیوں کی تشکیل کا مقصد یہ ہے کہ کوئی ایک ہی سیاسی پارٹی پورے ملک کے سیاہ وسپید کی مالک نہ بن جائے اور اپنی من مانی کرتی پھرے اور کوئی اسے روکنے والا نہ ہو۔ اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ برسر اقتدار پارٹی کے علاوہ کوئی دوسری مضبوط پارٹی بھی ہو جسے سیاست کی اصطلاح میں اپوزیشن پارٹی کہتے ہیں تاکہ وہ برسر اقتدار پارٹی کی سرگرمیوں پر نظر رکھ سکے۔ اس کا مستقل محاسبہ کرے۔ غلط پالیسیوں پر اس کی گرفت کرے اور مفید مشورے دے سکے۔

یہ باتیں میں اپنی طرف سے نہیں پش کررہا ہوں بلکہ یہ نظریہ قرآن وسنت کی تعلیمات سے ماخوذ ہے۔ قرآن وسنت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے امراء وحکام کو نصیحت کرتے

رہیں۔ مفید مشورے دیتے رہیں اور غلط اقدامات سے انھیں روکتے رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ یَاْخُذُوا عَلٰی یَدَیْهِ اَوْشَکَ اَنْ یَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ" (ترمذی، ابوداود)

''لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اس کی گرفت نہ کریں تو بہت قریب ہے کہ اللہ ان سب پر اپنا عذاب نازل کرے۔''

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسند خلافت پر بیٹھے تھے تو لوگوں کے نام اپنے سب سے پہلے خطاب میں یہ بات کہی تھی کہ مجھے سیدھے راستہ پر دیکھنا تو میری مدد کرنا اور مجھے غلط راستہ پر دیکھنا تو میری پکڑ کرنا اور میری اصلاح کرنا۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت کی غلط پالیسیوں پر تنقید کرنے کا جمہوری حق اور اس جیسے دوسرے جمہوری حقوق سے لوگوں کو سب سے پہلے اسلام ہی نے متعارف کرایا ہے۔ سیاسی پارٹیوں کی تشکیل بھی ان ہی جمہوری حقوق میں سے ایک ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ دور حاضر میں وہ کون سے وسائل ہیں جن کے ذریعے سے حکومت کی غلط پالیسیوں پر تنقید کی جاسکتی ہے اور اسے نامناسب اقدامات سے روکا جاسکتا ہے؟ اور اپنے مفید و مثبت مشوروں کو حکومت سے منوایا جاسکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ تیر و تلوار اور اسلحہ کے ذریعے سے یہ مقصد حاصل کرنا یا زمین پر فساد برپا کرکے حکومت کو مجبور اکرنا اسلامی نقطہء نظر سے صحیح اقدام نہیں کہا جاسکتا۔

انسان نے ایک طویل تجربے کے بعد اس مقصد کو حاصل کرنے کا ایک ایسا موثر اور پرامن طریقہ تلاش کیا ہے۔ جس کے ذریعے سے بغیر کسی خون خرابے کے حکومت وقت پر دباؤ ڈالا جاسکتا ہے اور یہ طریقہ ہے ملک کے اندر سیاسی پارٹیوں کا وجود یا کم از کم اپوزیشن پارٹی کا وجود۔

حاکم وقت کے لیے کسی ایک نہتے فرد مخالفت پر قابو پانا اور کچل ڈالنا نہایت آسان کام ہے۔ لیکن اس کی مخالفت پر اگر کوئی مضبوط سیاسی پارٹی ہو تو اس کی آواز کو دبانا حاکم وقت کے لیے ممکن نہیں ہوگا۔ حکومت کو اگر یہ احساس ہو کہ اس کے محاسبہ اور اس کی گرفت کرنے کے لیے ملک میں اپوزیشن پارٹیاں موجود ہیں تو اس کے لیے من مانی کرنا آسان نہیں ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کے وسیع تر مفاد کے لیے ضروری ہے کہ ملک کے اندر دوسری سیاسی پارٹیوں کا بھی وجود ہو تاکہ برسر اقتدار پارٹی کی سرگرمیوں پر نظر رکھی جاسکے۔ اس کا محاسبہ اور اس کی بازپرس ہوتی رہے۔ اسے مفید مشورے ملتے رہیں اور وہ نفع بخش پالیسیوں سے باخبر ہوتی رہے۔ اسے بھلائیوں کی طرف رہنمائی کی جاسکے اور برائیوں سے روکا جاسکے۔ اور بلاشبہ یہ نظریہ عین اسلامی نظریہ سیاست ہے۔

بعض سادہ لوح حضرات تصور کرتے ہیں کہ حکومت وقت اگر اللہ کی شریعت کے مطابق کام کر رہی ہو تو پھر اس کی کیا ضرورت ہے کہ اس کی مخالفت کی جائے۔ بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ملک کے تمام افراد اس حکومت کی تائید کریں اور حاکم وقت کی مکمل اطاعت کریں کیونکہ قرآن کی رو سے اولیاء الامور کی اطاعت واجب ہے۔

میں ان سادہ لوحوں سے کہنا چاہوں گا کہ کسی بھی اسلامی ملک کا سربراہ کوئی فرشتہ یا معصوم عن الخطا نہیں ہوتا۔ اس سے بھی غلطیوں کا امکان ہے اور اس کے وزراء اور دوسرے ممبرانِ حکومت سے بھی غلطیاں ہوسکتی ہیں۔ کیونکہ یہ سب انسان ہیں۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی اچھائیوں اور برائیوں دونوں پر نظر رکھی جائے۔ جب تک اچھے ہیں ان کی اطاعت کی جائے اور جب برائیوں کی طرف مائل ہونے لگیں تو ان کی گرفت کی جائے جیسا کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پہلے خطاب میں اپیل کی تھی۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ایسی سیاسی پارٹیوں کا وجود ضروری ہے جو حکومت وقت کی گرفت کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہو۔

تاہم اس میں ایک قابل ذکر نکتہ یہ ہے کہ اسلامی ملک میں سیاسی پارٹیوں کا وجود شخصی یا علاقائی بنیاد پر نہ ہو۔ مثلاً یہ نہ ہو کہ فلاں شخص کی پارٹی ہے اور وہ فلاں شخص کی پارٹی ہے۔ یہ فلاں علاقہ کی پارٹی ہے اور وہ فلاں علاقہ کی پارٹی ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے عصبیتیں جنم لیتی ہیں اور باہمی تفرقہ کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہ ہوتا ہے کہ جو شخص جس پارٹی سے منسلک ہوتا ہے غلط اور صحیح ہر صورت میں اپنی ہی پارٹی یا اپنے علاقہ کی پارٹی کی حمایت کرتا ہے۔ اس سے قطعِ نظر کہ اس کی پارٹی کا موقف صحیح ہے یا غلط۔

ہونا یہ چاہیے کہ پارٹی کا وجود نظریاتی اور فکری بنیادوں پر ہو۔ کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جانا اور لوگوں کا الگ الگ پارٹیوں میں منقسم ہو جانا عین فطری بات ہے۔ ملکی اور ملی مسائل میں بھی

لوگوں کے الگ الگ نظریے اور رائیں ہوسکتی ہیں۔ اس بنیاد پر ملک کے اندر مختلف سیاسی پارٹیوں کا وجود ایک صحت مند علامت ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے فقہی مسائل میں اختلاف کیوجہ سے مختلف مسلک وجود میں آئے۔ کوئی بھی مسلمان اپنے خاص فقہی مسلک مثلاً حنفی یا شافعی مسلک سے منسلک ہونے کے باوجود دوسرے مسلک کے مسلمانوں کو نہ تو کافر سمجھتا ہے اور نہ گمراہ۔ بلکہ اس مسلک کے اختلاف کے باوجود سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

بالکل یہی صورتِ حال ہے سیاسی مسائل میں اختلاف کے تیجہ میں مختلف سیاسی پارٹیوں کے وجود میں آنے کی۔ یہ اعتراض کرنا بالکل غلط ہے کہ سیاسی پارٹیوں کے وجود سے ملک کے اندر تفرقہ اور دشمنی جنم لے گی۔ جس طرح فقہی مسائل میں اختلاف کے تیجہ میں مختلف مسلک ہوسکتے ہیں اور ان کے درمیان کوئی دشمنی یا عداوت نہیں ہوتی ہے۔ اسی طرح سیاسی مسائل میں اختلاف کے تیجہ میں مختلف سیاسی پارٹیاں وجود میں آسکتی ہیں اور یہ کوئی تفرقہ بندی یا انتشار نہیں ہے۔

سیاسی پارٹیوں کے وجود کے سلسلے میں لوگ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ فکر مغربی ممالک کی دین ہے۔ اور ہمیں ان کی تقلید کرنے یا مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

یہ اعتراض بھی بے بنیاد ہے کیونکہ ہمیں ہر طرح کی تقلید سے نہیں بلکہ صرف اندھی تقلید سے منع کیا گیا ہے۔ اور ان چیزوں میں مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے جو غیر قوموں کا وجہ امتیاز ہیں مثلاً عیسائیوں کی طرح صلیب پہننا یا ہندوؤں کی طرح پیشانی پر تلک لگانا۔ جس نے یہ مشابہت اختیار کی وہ اسی قوم کا فرد شمار کیا جانے لگے گا۔ البتہ اس بات میں کوئی حرج نہیں ہے کہ دوسری قوموں کی اچھی اور مفید باتیں اختیار کی جائیں، بلکہ ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ اچھی اور مفید باتیں جہاں سے ملیں انھیں اختیار کرنا چاہیے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں خندق کھودنے کا طریقہ ایرانیوں سے سیکھا اور بادشاہوں کے پاس خطوط بھیجتے وقت ان پر مہر ثبت کرنے کے لیے انگوٹھی کا استعمال دوسرے ملک کے بادشاہوں سے سیکھا۔ اسی طرح عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ٹیکس اور دیوان کا نظام غیر قوموں سے سیکھا۔ اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈاک کا نظام دوسری قوموں سے اختیار کیا۔

اس لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ غیر قوموں سے سیکھ کر جمہوریت اختیار کی جائے اور جمہوریت کے تحت متعدد سیاسی پارٹیوں کے وجود کو جائز قرار دیا جائے۔ بشرطیکہ:

1۔ اس کا اختیار کرنا ہمارے لیے مفید ہو۔

2۔ اسے اختیار کرکے اس میں بعض تبدیلیاں لائی جائیں تاکہ یہ چیز ہماری شریعت سے ہم آہنگ ہوجائے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاوی یوسف القرضاوی

سیاسی مسائل، جلد:2، صفحہ:300

محدث فتویٰ